سیاسی عدم برداشت کی روک تھام اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

Preventing Political Intolerance: In The Context of Islamic Teachings

Dr. Shazia
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: shazia.adnan81@gmail.com
Hafsa Maqsood
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: hafsamaqsood58@gmail.com

Abstract
Political intolerance is a global issue that hinders social harmony, justice, and progress. Islamic teachings offer a comprehensive framework to address this challenge by emphasising tolerance, justice, and equality. This article explores the principles of preventing political intolerance in light of Islamic teachings. Drawing from the Quran, Sunnah, and the exemplary life of Prophet Muhammad (PBUH), it highlights the values of tolerance, dialogue, and the ethics of disagreement. The discussion also examines how Islamic principles such as justice, consultation (Shura), and respect for humanity can promote tolerance in political environments. This study aims to present a practical framework that addresses contemporary political challenges through an Islamic lens, fostering social peace and stability
Keywords: Political Intolerance, Islamic Teachings, Quran and Sunnah, Ethics of Disagreement, Social Harmony, Respect for Humanity, Peace and Stability

برداشت کے لغوی معنی

جھیلنے کا عمل، سہار، تحمل، صبر وضبط، بوجھ اٹھانے کے ہیں۔(1)

برداشت کی تعریف

برداشت وہ صفت ہے جس سے انسان میں قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے، جس کے سبب وہ غصے، جوش، اشتعال اور انتقام کے جذبے کے باوجود عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے۔

عدم برداشت کی تعریف

عدم برداشت سے مراد وہ منفی رویہ ہے کہ جو کسی کی رائے، سوچ، رویّے یا نقطہ نظر سے آپ متفق نہ ہونے اور فکر و نظر کے اس اختلاف کو برداشت نہ کر پانے اور نامناسب ردعمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔(2)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ-اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (3)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے"۔

سیاسی عدم برداشت کی علامات

آج ہم معاشرے میں جس طرف بھی دیکھیے ہر شخص خود غرضی کا لبادہ اوڑھے مشینی زندگی گزارتا دکھائی دیتا ہے۔ آج کا انسان معاشرے کے ادب و آداب اور اخلاق سے بلکل ناواقف نظر آتا ہے۔

میانہ روی، تحمل مزاجی، رواداری اور عدل و انصاف جیسی خوبیاں کسی بھی معاشرے کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اگر معاشرے میں ان تمام خوبیوں سے کنارہ کر لیا جائے گا تو شدت پسندی، غصہ عدم برداشت اور لاقانونیت جیسے مسائل جنم لے گئے۔ برداشت کرنے کی ہمت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نہیں دیتا۔ آج ملک کے سیاستدانوں میں برداشت کا پہلو بلکل ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے ملک میں عدم برداشت ختم ہوتی جارہی ہے اور عوام میں بھی غصہ بڑھتا جارہا ہے۔ آج کل کی سیاسی پارٹیاں عدم برداشت کا شکار ہیں اور وہی عدم برداشت عوام میں منتقل ہوتی جارہی ہے۔ تمام سیاسی پارٹیوں میں عدم برداشت کا پہلو اس وقت دیکھنے کو نظر آتا ہے جب ان میں سے کوئی الیکشن ہار جاتا ہے۔ جب بھی کوئی سیاسی پارٹی الیکشن ہار جاتی ہے تو وہ فساد اور انتشار پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ اور میڈیا پر آ کر ایک دوسرے کے خلاف بیانات دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے۔ یہاں پر میں کسی بھی ایک پارٹی کے بارے میں بات نہیں کر رہی ہوں بلکہ ہر سیاسی پارٹی کا یہی حال ہے۔ وہ خود تو تحمل اور برداشت جیسے خصوصیات سے عاری ہیں اور عدم برداشت کا شکار ہیں۔

عدم برداشت جیسی چیزیں عوام میں منتقل کرتے جارہے ہیں۔ عدم برداشت ہمارے معاشرے کو اسی طرح چاٹ رہی ہے جس طرح کے دیمک کسی چیز کو چاٹتی ہے۔ آئے دن ہمیں یہ خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ کبھی استاد نے شاگرد کو مار مار کر ہلاکان کر دیا تو کہیں گھریلو ملازمین کو تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور کہیں بچے خواتین ظلم و ستم کا نشانہ بنتے جارہے ہیں۔ تو کہیں سیاسی پارٹیوں کے رہنمائی ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ آج عدم برداشت کا یہ المیہ ہے کہ انسان پر جب کوئی مصیبت اور پریشانی یا کوئی آزمائش آتی ہے تو وہ صبر اور شکر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے گلے شکوے کرنا شروع کر دیتا ہے آج ہم یہ بھی بھول چکے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا بڑی

انسانیت کو قتل کرنے کے برابر ہے اج انسان کا خون پانی سے بھی زیادہ سستا ہو چکا ہے ان تمام برائیوں کی وجہ صرف اور صرف معاشرتی ادب و اخلاق اور اسلامی روایات سے منہ موڑ لینا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں جو بھی حالات اور معاملات چل رہے ہیں ان سب کے پیچھے کوئی اور نہیں بلکہ ہمارے ہی ملک کے سیاستدان ہیں جو اپنی ہار کو تسلیم نہیں کرتے اور میڈیا پر آکر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر سیاست دان اپنے دور حکومت کو جمہوریت کا نام دے دیتا ہے اور اپنے آپ کو عوامی لیڈر کہتا ہے ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جمہوری معاشروں میں عوامی لیڈر ہوتے ہیں جو اپوزیشن میں بیٹھ کر عوام کے لیے مختلف خدمات سر انجام دیتے ہیں مگر ہمارے ملک میں کوئی اپوزیشن کی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے تیار ہی نہیں اگر کوئی سیاسی پارٹی اپوزیشن میں بیٹھ بھی جاتی ہے تو حکومت اس کے راہ میں بہت سی رکاوٹیں پیدا کرتی ہے اور اپوزیشن میں بیٹھے لوگ ایسی گفتگو کرتے ہیں کہ جس سے معاشرے میں فساد برپا ہو۔ ہمارے ملک کے سیاستدانوں کا یہ حال ہے کہ جب کوئی ایم پی اے یا ایم این اے اپنے حلقے میں سے منتخب ہوتا ہے اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی پارٹی اقتدار میں ائی ہے کہ نہیں اس کے لیے عوام کی خدمت کرنا واجب ہو جاتی ہے لیکن اگر ہمارے ہاں اگر کوئی پارٹی اقتدار میں نہیں ائی تو وہ حلقہ کی عوام سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو فنڈز ہی کیوں نہ ملتے ہو مگر وہ اقتدار میں آئی اس حکومت کو گندا اور ختم کرنے کے لیے اس کے خلاف باتیں کرتا ہے بہت کم ایم پی اے اور ایم این اے ہوں گے جو عوام کے لیے کام کرواتے ہوں گے ورنہ عوام کو اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (4)

عدم برداشت کے اسباب

تاریخ میں عدم برداشت کی بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جو اس کی اصل وجہ کو سمجھنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

غرور و تکبر کرنا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو سب فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرئے۔ سب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی لیکن ایک عزازیل نامی جن نے، جو اللہ تعالیٰ کی کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت میں شامل ہو چکا تھا۔ ابلیس خود کو سب سے بہتر سمجھتا تھا۔ اسی لیے اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم کی فضیلت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدم برداشت کا ایک بڑا سبب تکبر ہوتا ہے۔ کوئی بھی شخص جب تکبر کو اختیار کرتے ہے تو وہ دوسرے شخص کو کمتر سمجھتا ہے اور وہ اس کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔

حسد کرنا

قرآن مجید میں ہی ہابیل اور قابیل کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کو قبول کر لیا جبکہ قابیل کی قربانی کو قبول نہ کیا۔ ہابیل نے جب اس کو دیکھا تو حسد کا شکار ہو گیا۔ ہابیل نے قابیل کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جس کو قابیل نے قبول نہ کیا اور حسد کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد خود پر افسوس کرتا رہا لیکن اس وقت تک معاملات ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عدم برداشت کا ایک بڑا سبب حسد بھی ہے۔

تعصب

تعصب بھی عدم برداشت کا ایک بڑا سبب ہے۔ متعصب انسان تنگ نظر ہوتا ہے اور وہ حقیقت کو قبول کرنے پر راغب نہیں ہوتا۔ تعصب صرف مذہب کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی متعدد اقسام ہیں۔ علاقائی، لسانی، خاندانی، گروہی اور جماعتی تعصبات بھی انسانوں کے درمیان عدم برداشت کا بہت بڑا سبب بن جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر تھے۔ آپ کا پیغام اور دعوت ہر اعتبار سے حق اور سچ پر مبنی تھی لیکن کفار مکہ نے آپ کے ساتھ مذہبی بنیاد پر تعصب کا اظہار کیا۔ بت پرست آپ کے ساتھ مذہبی اختلاف کی وجہ سے عداوت پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے نبی آخر الزمان ﷺ کی دعوت کی صرف تعصب کی بنیاد پر بھرپور مخالفت کی اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں ابوجہل کی اس دعا کا بھی ذکر کیا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (5)

"اے اللہ اگر رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والا کلام حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کو برسا یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے۔"

احتساب، انقلاب اور تبدیلی کا خوف بھی انسانوں کو ایک دوسرے کی مخالفت پر اُبھارتا ہے۔ یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے عدم برداشت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

اقتدار کا نشہ

فرعون کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا بچہ اس کے اقتدار کے لئے بہت بڑا چیلنج بن جائے گا، اس نے اپنے اقتدار کو کسی ممکنہ خطرے سے بچانے کے لیے بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور فیصلہ غالب آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد فرعون کے زوال اور بربادی کا سبب بن گئی۔

ہمارا معاشرہ آج جس عدم برداشت کا شکار ہے اس کا سبب بھی مختلف طبقات کے درمیان موجود حسد، تعصبات، جذبہ رقابت اور انجانے خوف کی کیفیات ہیں۔ معاشرے میں توازن اوراعتدال کو برقرار رکھنے کے لیے عدم برداشت پر قابو پانا انتہائی ضروری ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب عدم برداشت کے اسباب کا حقیقی اور صحیح تجزیہ کیا جائے۔ انتہاپسندی کی ہر شکل معاشرے کے لیے خطرناک ہے۔ صحت مند اور پرامن معاشرے کے قیام کے لیے جہاں مذہب کی بنیاد پر ہونے والا تشدد قابل مذمت ہے وہیں پر مذہب کے خلاف نفرت کا اظہار بھی ناقابل قبول ہے ۔جب تک عدم برداشت کا خاتمہ نہیں ہوتا اس وقت تک معاشرے میں موجود انتشار اور بے چینی کو ختم کرکے اس میں امن کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔(6)

بڑھتا ہوا سیاسی عدم برداشت اور اس کے نقصانات

مختلف ادوار میں قومیں بہت سی آزمائشی تجربات سے گزری ہیں اور ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنے والے حال اور مستقبل میں ایک اچھا مقام پاتے ہیں لیکن پاکستان کی سیاست کبھی مثالی نہیں رہی اور اس کا نتیجہ یہی ہے کہ ہر بار جمہوریت کا تسلسل ٹوٹتا رہا لیکن اور بھی زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے سیاستدان ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتے اور ہم سب ان کی اس صورتحال کے ملزم ٹھہرتے ہیں۔ سیاست ایک بار بار کرنے والے تجربات اور برداشت کا نام ہے اور حکومت کا کام نظام ہی نہیں چلانا بلکہ وہ قوم اور معاشرے کو تشکیل دینے میں اپنا اہم کردار ادا بھی کرتے ہیں۔

ہمارے ملک پاکستان میں اس وقت ایک عجیب تناؤ ہے لیکن اس سے پہلے بھی بہت سی مصیبتیں اس ملک پر آئی ہیں۔ اس ملک کے سیاستدانوں کی غلطیوں کی وجہ سے ملک میں مارشل لاء لگ جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو گرانے کے لیے بہت سے محاذ کھڑے کیے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں لیکن اس وقت ملک کہ یہ حالات ہیں کوئی بھی جماعت جو اپوزیشن میں ہوتی ہے اس کے کارکن قوم کو دوسری جماعت پر حملوں کے لیے ابھارتی ہے جس سے وہ مخالفین پر حملے پر اتر آتی ہے۔ مگر اس جماعت کے رہنما اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتے اور عوام سے مزید حملے کروانے پر اکساتی ہے۔

جب سندھ ہاوس اسلام آباد پر حملہ ہوا تو فیصل آباد اور پشاور کر کارکنان نے دفاتروں اور گھروں پر حملے کرکے ان کے گھر والوں کو تکلیف پہنچائی۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماوں کے دفتروں پر حملہ کیا گیا۔ کسی بھی سیاسی جماعت کے رہنماوں کی تاریخ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی جماعتوں کے انحراف سے اپنی اس جماعت تک پہنچے ہیں۔ پارٹی سے منحرف ہونے کی روایت تو بہت پرانی ہے لیکن کبھی کسی نے اس طرح کسی کے خلاف حملے نہیں کروائے کبھی کسی نے ایک پارٹی چھوڑ کر دوسری جماعت میں جانے والوں کو تباہ نہیں کیا۔ یہ سیاست کا حصہ ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے۔

ایسا لگتا ہے کسی منصوبے کے تحت دانشور قوم اور الیکٹرانک میڈیا کو ہر جماعت نے بدنام کرنے کا فریضہ دیا ہے۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کو کرپٹ کہتی ہے۔ سوشل میڈیا پر مخالف پارٹی کے خلاف مہم چلائی جاتی ہے۔ اس کیلئے بہت سی وجوہات ہیں۔ انسٹالڈ الیکٹرانک میڈیا پر جمہوری طاقتوں کے خلاف کئی گھنٹے صرف کیے۔ کمزور اینکرز کی بھاری بھر کم تنخواہوں پر ان کی بھرتیاں کی گئ۔ تاکہ عوام کو پارٹی کے خلاف کر سکے۔

ایک منصوبے کے تحت ہر پروگرام میں من مانی کی گئی۔ خریدے ہوئے اینکرز اور تجزیہ کاروں کو یہ تک بتایا گیا کہ آج کا موضوع کیا ہو گا۔ کس مہمان کو بلانا ہے۔ کس کو کتنا وقت دینا ہے اور کس سے کیا سوال کرنا ہے۔ کس خبر کو اچھالنا ہے اور کس سے گریز کرنا ہے۔ میڈیا ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا گیا۔ بہت کم لوگ اپنی صحافت اور عزت کو بچائے ہوئے ہیں۔ سوشل میڈیا کی مدد سے ایک پارٹی کے کارکنان دوسری پارٹی کے لیڈر کی عزت خراب کرتے ہیں۔ کبھی عدلیہ کے خلاف ہو جاتے ہیں کبھی حکومت پر انویسٹمنٹ کرتے ہیں کبھی پنجاب کے گورنر سے آئین شکنی کی فرمائش کرتے ہیں تو کبھی صدر کو آئین کی خلاف ورزی پر اکساتے ہیں۔ نفرت کا پیمانہ پھیلتا چلا جا رہا ہے جس کے سنبھلنے کی کوئی امید باقی نہیں۔ یہ وہ لاوا ہے جو بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تمام سیاسی سٹیک ہولڈرز کو اس کا کوئی مناسب حل نکالنا ہو گا اور معاشرے کو ایک نارمل معاشرے کی طرف لانا ہو گا۔ یہ مخاصمت یا سیاسی مخالفت کا معاملہ نہیں بلکہ پورے ملک اور اس کے مستقبل کا معاملہ ہے جس کے لیے ابھی کوئی فیصلہ لینا ہو گا تاکہ نئی نسل کو ان مفادات کی بھینٹ چڑھانے سے روکا جاسکے ورنہ بہت نقصان ہو گا۔(7)

سیاسی عدم برداشت کے نتائج

سیاسی عدم برداشت کے نتائج اکثر معاشرتی، اقتصادی، اور سیاسی سطح پر منفی ہوتے ہیں۔ یہ نتائج درج ذیل ہوسکتے ہیں:

1. معاشرتی انتشار اور تقسیم

- سیاسی عدم برداشت معاشرے میں تفرقہ پیدا کرتی ہے۔
- لوگوں کے درمیان فرقہ واریت، لسانی، اور نسلی اختلافات کو ہوا ملتی ہے۔
- معاشرتی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے، اور لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔

2. تشدد اور بدامنی

- سیاسی عدم برداشت اکثر پر تشدد مظاہروں اور جھگڑوں کا باعث بنتی ہے۔
- سیاسی جماعتوں کے کارکنان یا حمایتی ایک دوسرے پر حملے کرتے ہیں، جس سے جان و مال کا نقصان ہوتا ہے۔

3. جمہوری عمل کی کمزوری

- سیاسی عدم برداشت کی وجہ سے اختلاف رائے کو دبایا جاتا ہے، جو جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔
- مختلف رائے رکھنے والے افراد یا گروہوں کو سیاسی عمل میں شامل ہونے سے روکا جاتا ہے۔
- آزاد میڈیا اور اظہار رائے کی آزادی محدود ہو جاتی ہے۔

4. معاشی نقصان

- سیاسی عدم برداشت کی وجہ سے سرمایہ کاری کم ہو جاتی ہے کیونکہ سیاسی عدم استحکام سے کاروباری ماحول متاثر ہوتا ہے۔
- حکومت کے وسائل عوامی ترقی پر خرچ ہونے کے بجائے امن و امان قائم رکھنے پر لگ جاتے ہیں۔

5. حکومت کی کارکردگی میں کمی

حکومت اپوزیشن کے ساتھ مل کر کام کرنے سے قاصر ہوتی ہے، جس سے عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے متاثر ہوتے ہیں۔

- قانون سازی کے عمل میں تاخیر یا ناکامی پیدا ہوتی ہے۔

6. بین الاقوامی سطح پر ساکھ کی خرابی

- سیاسی عدم برداشت کسی ملک کی بین الاقوامی ساکھ کو نقصان پہنچاتی ہے۔
- غیر ملکی سرمایہ کار اور سیاح ایسے ممالک سے دور رہتے ہیں جہاں سیاسی ماحول غیر مستحکم ہو۔

7. نسل در نسل اثرات

- سیاسی عدم برداشت کا اثر نئی نسلوں پر بھی پڑتا ہے، جو معاشرتی اور سیاسی عدم استحکام کے عادی ہو جاتے ہیں۔
- اس کے نتیجے میں ایک پائیدار اور ترقی پسند معاشرے کی تشکیل مشکل ہو جاتی ہے۔

8. سیاسی عدم برداشت اور اسلامی تعلیمات

ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس وقت امن عالم کے خرمن پر ہر طرف سے بجلیاں گر رہی ہیں۔ فرد سے لے کر اقوام تک بے اطمینانی کا غلبہ ہے۔ انسان کے ہاتھوں انسان پر ظلم و زیادتی کا بازار گرم ہے اور ہر فراز سے خون کی آبشاریں بہہ رہی ہیں۔ انسانیت کا ماہ شرف 'ظلمت اور جبر کے اتھاہ اندھیروں میں غروب ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ نام نہاد علم و تمدن کے ہاتھوں انسانیت سسکیاں لے رہی ہے۔ اخلاقی اقدار، نفسانیت اور ریاکاری کے سانچوں میں ڈھلتی چلی جا رہی ہیں اور غیر اخلاقی روایات خود غرضی کے فلسفے کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ ہوس زر نے خیانت، رشوت اور حصولِ دولت کے کسی بھی ذریعے کو ناجائز اور حرام نہیں رہنے دیا ہے۔ افراد اور اقوام نے انسانی

اقدار سے بالاتر ہو کر وسعت پسندی کو اپنا "ماٹو" قرار دے دیا ہے۔ اسی "وسعت پسندی" اور عدم برداشت کے رجحانات نے دنیا میں قیامت برپا کی ہوئی ہے۔ قومیں قوموں سے نبرد آزما ہیں اور ملک ایک دوسرے سے دست و گریباں۔ انسانوں کی اجتماعیت بری طرح متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔ باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے درمیان کھینچا تانی ہے۔ ہر شخص اناولا غیری کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے علاوہ کسی دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ان حالات میں لازم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جائے جن میں تحمل' برداشت، حلم وبردباری، عفوودرگزر، رواداری واحترام کا درس ملتا ہے۔

تحمل اور بردباری سے محرومی

آج دنیا میں تحمل اور بردباری سے محرومی یعنی عدم برداشت انسانی معاشرے میں ایک خطرناک رخ اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔ اس کی وجہ سے وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ ہیجان خیزی اور شورش پسندی کے باعث کہیں مذہب کو بنیاد بنا کر اور کہیں سیاسی گروہ بندی کے حوالے سے تشدد کا رجحان فروغ پارہا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر عزتیں لُٹ جاتی ہیں اور انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بچوں کے معمولی جھگڑے خاندانوں کی بربادی کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ مذہب سے بیگانگی اور دین سے دُوری کے سبب لوگ راہِ عمل کے بجائے راہِ فرار اختیار کررہے ہیں۔ اسی لیے اس متمدن دور میں بھی خودکشی کی شرح حیرت انگیز ہے۔ عدم برداشت اور تشدد پسندی کے حوالے سے مذہبی حلقے آج سب سے زیادہ عدم توازن کا شکار ہیں۔ دوسرے کے نقطۂ نظر کو سننے اور برداشت کرنے کی روایت ختم ہو چکی ہے۔ اپنے عقائد اور نظریات کو دوسروں پر نافذ کرنا ہر شخص اپنا مذہبی حق سمجھتا ہے۔

عدم برداشت کا ایک اور اہم سبب معاشی اور معاشرتی ناہمواری ہے۔ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ ایک کو سوکھی روٹی میسر نہیں اور دوسری طرف کتے بھی ڈبل روٹی اور دودھ پر پل رہے ہیں۔ محبت اور قناعت جیسے انسانی جذبے معاشرے سے مفقود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سیاسی عدم توازن اور پسند وناپسند نے بھی ہیجان خیزی اور تشدد پسندی کو فروغ دیا ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس نے بین الاقوامی سطح پر کمزور قوموں اور چھوٹے ممالک کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ دنیا کے ان تمام مسائل کا حل اگر کہیں ہے تو صرف اور صرف تاجدار مدینہ ﷺ کی تعلیمات میں جو کہ سراسر عدل اور محبت پر مبنی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک فرمان... لاَ يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (8)

تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔ کو کوئی بھی معاشرہ حرزِ جان بنالے تو وہ امن کا گہوارہ اور محبت کا گلستان بن جائے

گا۔اس لیے کہ ہر شخص اپنے لیے خوب صورت 'اعلیٰ اور بہتر بات کو پسند کرتا ہے۔ایمانی اور انسانی تقاضے کے مطابق جب وہ اپنے لیے پسند کی جانے والی اچھی چیز کو دوسروں کے لیے بھی مقدم بنائے گا تو اس سے ہر طرف امن اور محبت کی خوشبو پھیل جائے گی۔

اس وقت مسلمانان عالم اوراسلامیان پاکستان تاریخ کے ایک نازک دَور سے گزر رہے ہیں۔عالم کفر اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ سیاسی 'سماجی' معاشرتی 'اقتصادی حتیٰ کہ نظریاتی اور اساسی پہلوؤں پر حملہ آور ہے۔بھارت کی طرف سے پاکستان کے خلاف موجودہ محاذ آرائی اور اشتعال انگیز کارروائیاں دراصل عدم برداشت کے اسی رجحان کی غماز ہیں۔

تحمل وبرداشت اور حلم وبردباری ان اخلاقی صفات میں سے ہیں جو افراد کے لیے انفرادی طور پر اور اقوام کے لیے اجتماعی طور پر کامیابی 'عزت وعظمت اور ترقی وبلندی کا ذریعہ بنتی ہیں۔حلم کی وجہ سے انسان کے نفس میں وہ قوت برداشت اور وہ سکون واطمینان پیدا ہوتا ہے کہ کسی حالت میں بھی قوت غضب غالب نہیں آتی۔ایک حلیم انسان کی مرضی ومنشا کے خلاف کوئی بات ہو یا اس کو کتنی ہی تکلیف پہنچائی جائے وہ صبر وضبط سے کام لے کر انھیں برداشت کرتا ہے۔قرآن مجید نے اس کی تاثیر یہ بیان کی ہے کہ دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَلاَ تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلاَ السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (9)

"اور اے نبیؐ ' نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔"

رسول اکرمؐ نے برداشت و تحمل، حلم وبردباری اور حوصلہ وصبر اختیار کرنے کی نہ صرف تعلیم دی ہے بلکہ اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعے اس کی لازوال مثالیں قائم کی ہیں۔رسول اکرمؐ کی محبوبیت کا ایک اہم راز یہ بھی ہے کہ مزاج مبارک میں برداشت و تحمل کی بے نظیر خصوصیت تھی۔لوگوں کی سخت کلامی، ان کے ناروا سلوک اور سخت ترین اذیت رسانی کے باوجود آپؐ ان پر خفا نہ ہوتے۔آپؐ کی یہی قوت برداشت اور متانت آپؐ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔اسی علامت کو دیکھ کر اور آزما کر یہود کا ایک بہت بڑا عالم زید بن سعنہ آپؐ پر ایمان لایا اور اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا اور پھر غزوۂ تبوک میں شہید ہو گیا۔(10)

قرآن مجید اسی طرف اشارہ کر رہا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (11)

"(اے محمد ﷺ) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے۔ اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ تو ان کو معاف کردو اور ان کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو۔ اور اپنے کاموں میں ان سے مشورت لیا کرو۔ اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کرلو تو خدا پر بھروسا رکھو۔ بے شک خدا بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے کمال برداشت، کمال حلم اور کمال عفو و درگزر کی تعریف فرمائی ہے۔

حضور اکرمؐ کی زندگی شاہد ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا' سوائے اس کے کہ کسی نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی ہو اور اللہ کی حدود میں سے کسی حد کو توڑا ہو۔(12)

طائف والوں نے آپؐ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ناقابل فراموش تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

کیا احد کے دن سے زیادہ تکلیف دہ دن آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا: تیری قوم نے یوم العقبہ کو جو تکلیفیں پہنچائیں وہ بہت زیادہ سخت تھیں (یعنی جس دن ثقیف کے سرداروں عبدیالیل وغیرہ کو دعوت دی اور انھوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا روح فرسا تھا)۔(13)

دراصل شخصیت کا حسن اور کمال زبردست قوت برداشت اور تحمل و بردباری میں پنہاں ہے' مار دھاڑ' تخریب اور بربادی میں نہیں۔ برداشت و تحمل اور حلم و بردباری سے دل جیتے جاتے ہیں اور اس کے برعکس وقتی طور پر خوف وہراس کی فضا قائم کرکے کام تو نکالا جاسکتا ہے لیکن انجام ایسے انقلابات کی شکل میں رونما ہوتا ہے جس کے نتیجے میں تباہی چار سو پھیل کر معاشرے کو غارت کر دیتی ہے۔ اس لیے صحیح اور درست طریقہ وہی ہے جس کی قرآن وسنت نے تعلیم دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرکے دکھایا ہے۔

جیسا کہ حکم خداوندی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (14)

"البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اُولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔"

حدیث مبارکہ میں ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا و قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ وَهَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ فَقَالَ وَهَلْ تَرَى وَلَمْ يَذْكُرْ الرَّجُلَ (15)

یحییٰ بن یحیی، محمد بن علاء، علاء ابو معاویہ اعمش، عدی بن ثابت حضرت سلیمان بن صرد ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالی دی ان میں سے ایک آدمی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ آدمی اسے کہہ لے تو اس سے (یہ غصہ) جاتا رہے (وہ کلمہ یہ ہے) أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وہ آدمی عرض کرنے لگا کیا آپ ﷺ مجھ میں جنون خیال کر رہے ہیں ابن علاء کی روایت میں هَلْ تَرَى کا لفظ ہے الرَّجُل کا لفظ نہیں ہے۔

میدانِ جنگ ہو یا جنگی قیدیوں کی قسمتوں کا فیصلہ' گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے والے بدو کا ہاتھ ہو یا راہوں میں کانٹے بچھانے کے اقدامات' ازواج مطہرات پر تہمتیں لگانے والے فتنہ پرداز ہوں یا عین جنگ کے موقع پر ساتھ چھوڑنے والے منافقین' نامناسب کلمات بولنے والی زبانیں ہوں یا معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والے فریق' انسان کاملؐ اور معلم انسانیتؐ ہر ہر مرحلے پر ایسی قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ زیادتی کرنے والا شرمندہ ہو جاتا ہے اور بے اختیار دامن نبوت کی پناہ میں آجاتا ہے۔ صبر و برداشت ایسا خوب صورت جذبہ ہے کہ جو انفرادی و اجتماعی سطح پر پر وقار اور باعظمت مقام حاصل کرتا ہے اور اسی جذبے سے جانی دشمنوں کے دل جیتے جاسکتے ہیں۔ یہ جذبہ اگر انفرادی سطح پر ہو تو انسانی شخصیت کے گرد رعب و دبدبے کا عظیم حصار قائم کرتا ہے اور اگر قومی سطح پر ہو تو اقوامِ عالم میں ایسا تشخص عطا کرتا ہے جس کا تاثر پختہ اور دیرپا ہوتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ زوَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (16)

"تمھارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے' اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمھارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے۔"

سیاسی عدم برداشت کی روک تھام ایک اہم مسئلہ ہے، جسے حل کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ اسلام ایک متوازن اور عادلانہ معاشرے کے قیام پر زور دیتا ہے، جہاں تمام افراد کے حقوق محفوظ ہوں اور اختلاف رائے کو برداشت کیا جائے۔

سیاسی عدم برداشت کی روک تھام اور اسلامی تعلیمات

1. عدل وانصاف:

سیاسی عدم برداشت اکثر انصاف کی کمی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر ہر فرد اور جماعت انصاف پر عمل کرے، تو اختلافات کو حل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں بارہا عدل وانصاف کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (17)

" خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"

2. اختلاف رائے کی اجازت:

اسلامی تاریخ میں صحابہ کرام کے درمیان بھی اختلافات پائے جاتے تھے، لیکن وہ احترام اور محبت کے دائرے میں رہتے تھے۔ قرآن کہتا ہے: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهم (18)

"اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف رائے نہ صرف قبول ہے بلکہ اجتماعی مشورے کا حصہ ہے۔

3. فساد اور ظلم کی ممانعت

قرآن کریم میں فساد اور ظلم سے سختی سے منع کیا گیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (19)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔"

ظلم اور فساد سیاسی عدم استحکام کی بڑی وجوہات ہیں، جنہیں اسلامی اصولوں کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔

4. تعلیم وشعور کی اہمیت

اسلام میں علم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ قوم اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ ہوتی ہے، جو سیاسی برداشت کے لیے ناگزیر ہے۔

5. اتحاد اور بھائی چارہ

اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو اتحاد کی تلقین کرتی ہیں:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۖ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (20)

" اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"

فرقہ واریت اور انتشار سیاسی نظام کو کمزور کرتے ہیں، جبکہ اتحاد استحکام کو تقویت دیتا ہے۔

حاصل کلام

معاشرے میں امن وامان اور پر سکون زندگی کے لیے صبر و تحمل اور رواداری کے کلچر کو فروغ دینا ہوگا۔ اس کے لیے سیاستدانوں کی طرف دیکھنے کے بجائے معاشرے کے اہم طبقات کو خود ہی آگے بڑھنا ہوگا، جن میں علما اور اساتذہ سب سے اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ علمائے کرام منبر سے عوام کو اچھے اخلاق اور صبر و تحمل کا درس دیں اور اساتذہ کرام طلبا کو اخلاقیات کا درس دیں اور انہیں یہ باور کرائیں کہ معاشرہ کسی بھی طرح کے فتنے اور فسادات کا متحمل نہیں ہوسکتا، لہٰذا کسی بھی سیاسی لیڈر کی باتوں میں آکر آپس کے تعلقات خراب مت کریں۔ اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ اساتذہ اور علمائے کرام کسی ایک سیاسی رہنما کا نام نہ لیں بلکہ سب کا برابری کی سطح پر تذکرہ کریں۔ اسی طرح معاشرے کے پڑھے لکھے نوجوان خود بھی تھوڑا سا سوچیں اور سیاسی رہنماؤں کی باتوں میں آنے کے بجائے خود ہی ہر چیز کا بغور جائزہ لے کر حقائق کے مطابق چلیں اور کسی بھی سیاسی رہنما کی اس حد تک تقلید مت کریں کہ اس کی ہر غلط بات بھی درست معلوم ہونے لگے۔ یوں معاشرے میں پائی جانے والی بے چینی اور عدم برداشت کا خود خاتمہ کرسکتے ہیں۔

حوالہ جات

https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-bardaasht?lang=ur Accessed on 30Jan 2025

https://www.google.com/search?client=ms-android-transsion&sca_esv=344797b937c9581b&biw=360&bih=660&sxsrf=ADLYWILi1w6oVQsmElBpHcqyDNagvnNNQ%3A1737008209988&q=%D8%B9%D8%AF%D9%85%20%D8%A8%D8%B1%D8%AF%D8%A7%D8%B4%D8%AA%20%D9%85%D8%B9%D9%86%DB%8C&udm=14&fbs=AEQNm0Aa4sjWe7Rqy

32pFwRj0UkWd8nbOJfsBGGB5IQQO6L3JyJJclJuzBPl12qJyPx7ESLhUrJjUTNoEvHUqShJdFAlykZ143hCJ4j_XBHLaIBdJ8iehkPuPafiuipzN_OgIyePE203QiEz9lzYmHPuFAYIRH_lMAbfe85IBK7y8bTbjozrIg4KXKyPNCLyiL0C05w3GesJ&sa=X&ved=2ahUKEwj_68_qy_mKAxUbRaQEHSM2JDQQs6gLegQIFBAB#vhid=zephyr:0&vssid=atritem-https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-bardaasht?lang%3Dur Accessed on 30 Jan 2025

1. البقرہ(۲)۱۵۳
2. https://naibaat.pk/2022/07/18/59390/ Accessed on 15 Jan 2025
3. الانفال(۸)۳۲
4. علامہ ابتسام الٰہی، عدم برداشت کے اسباب: روزنامہ دنیا، لاہور، ۷ جنوری ۲۰۱۵
5. https://ur.shafaqna.com/UR/300308/%D8%A8%DA%91%DA%BE%D8%AA%D8%A7-%DB%81%D9%88%D8%A7-%D8%B3%DB%8C%D8%A7%D8%B3%DB%8C-%D8%B9%D8%AF%D9%85%D8%A8%D8%B1%D8%AF%D8%A7%D8%B4%D8%AA-%DA%A9%D8%A7-%D8%B1%D9%88%DB%8C%DB%81-%D8%A7%D9%88%D8%B1-%D8%A7 /Accessed on 30 Jan 2025
6. الامام البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، لجنۃ احیاء کتب السنۃ، مصر، ج، ص ۲۸
7. حم السجدہ(۴۱)۳۴
8. محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۸۳ء، ج:۷، ص:۳۶
9. آل عمران(۳)۱۵۹
10. ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء، مطبوعہ بیروت، س-ن، ج:۱، ص:۱۴۰
11. محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۳ء، ج:۲، ص:۵۷۹
12. الشوریٰ(۴۲)۴۳
13. مسلم، ابوالحسین، امام، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب، مکتبۃ البشریٰ، ۲۰۰۹، حدیث نمبر: ۶۶۴۱
14. آل عمران(۳)۱۲۰
15. النحل(۱۶)۹۰
16. الشوریٰ(۴۲)۳۸
17. البقرہ(۲)۱۱
18. آل عمران(۳)۱۰۳